مسیحیت میں کفّارہ کی تعلیم

لفظ کفّارہ کا مطلب ڈھانکنا یا چھپانا ہے۔ مسیحیت میں یہ مسیح کے کام کا اظہار ہے، جس نے اپنی کامل اطاعت کی بدولت اِنسانوں کو اُس سزا سے بچانے کا انتظام کیا جس کی لعنت شریعت نے مقرر کر دی تھی، اور اُس نے صلیب پر اپنا خون بہانے کے وسیلے عابد و معبود میں وہ یگانگت اور قُربت پیدا کی جو باغ عدن میں موجود تھی۔ اِسی مفہوم میں مسیح کے شاگرد پطرس رسول نے فرمایا "مسیح نے بھی یعنی راستباز نے ناراستوں کے لئے گناہوں کے باعث ایک بار دُکھ اُٹھایا تا کہ ہم کو خُدا کے پاس پہنچائے۔ وہ جسم کے اعتبار سے تو مارا گیا لیکن رُوح کے اعتبار سے زندہ کیا گیا" (1۔ پطرس 18:3)۔

آیئے، مسیح کے اِس کفّارہ پر مُختلف زاویوں سے نگاہ ڈالیں۔ پہلے خدا کے تعلق سے، یعنی اُس کی محبت، اُس کے عدل اور پاکیزگی کے تناظر میں نگاہ کریں۔ پھر اِس کا انسان سے تعلق دیکھیں یعنی اُس میں اور اُس کے لئے اِس کا کام کیا ہے۔ دراصل مسیح کی طرف سے دیئے گئے اِس کفّارہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اِنسان کے گناہوں اور خطاؤں کی تکفیر ہو جاتی ہے۔ عاصی اپنی بدکرداریوں کے نتائج و سزا سے بری کر دیا جاتا ہے۔ شریعت کی مقرر کردہ لعنت اور سزا دور کر دی جاتی ہے کیونکہ خدائے قدوس کا تقاضائے عدل پورا ہو جاتا ہے۔ اُس کی اِنسان سے نفرت و ناراضی جاتی رہتی ہے۔ اللہ کی قبولیت کی درگاہ تک خاطی و عاصی کی پُہنچ ہو جاتی ہے۔ عاصی و گنہگار سے نہ کوئی بدلہ لیا جاتا ہے اور نہ قصاص۔

مسیح کی قُربانی و فدیہ کے طفیل سارے گناہ رحمتِ اِلٰہی ڈھانپ لیتی ہے۔ قصاص اُٹھ جانے کی وجہ یہ ہے کہ خود گنہگار کو جو بدلہ ملنا تھا اُسے مسیح نے اپنے ذبیحہ کے وسیلے اُٹھا لیا ہے۔ مسیح کے ایک شاگرد یوحنا رسول نے فرمایا ہے کہ: "محبت اِس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی بلکہ اِس میں ہے کہ اُس نے ہم سے محبت کی اور ہمارے گناہوں کے کفّارہ کے لئے اپنے بیٹے (مسیح) کو بھیجا" (1۔ یوحنا 10:4)۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کفّارہ وہ کُنجی ہے جس سے وہ درِ قُربت و صُلح کھل جاتا ہے جو اِنسان کے گناہ کی وجہ سے خدا اور اِنسان کے درمیان بند ہو گیا۔ نیز کفّارہ کی وجہ سے خدا کی پاک شریعت سے بے انصافی بھی نہیں ہوتی۔ اِس بات کا ذکر پولُس رسول نے 2۔ کرنتھیوں 19:5 میں کیا ہے:

"خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دُنیا کا میل ملاپ کر لیا اور اُن کی تقصیروں کو اُن کے ذمہ نہ لگایا، اور اُس نے میل ملاپ کا پیغام ہمیں سونپ دیا ہے۔"

اِنسان نے خدا کی صفات، سیرت و طبیعت اور اُس کی گنہگار مخلوق سے اُس کے رشتہ پر بہُت غور کیا ہے، اُس پر فلسفے کا رنگ چڑھایا ہے لیکن کبھی کسی تسلی بخش جواب تک نہیں پہنچا۔ جہاں دُنیا کے فلسفے ناکام ہو گئے وہاں بائبل مقدّس نے اِس گُتھی کو سُلجھایا ہے۔ خدا عادل و قدُوس خدا ہے، اُس کے عدل نے تقاضا کیا کہ گنہگار سزا پائے۔ اِس لئے سوائے فدیہ و کفّارہ کے اِنسان اور خدا کی مصالحت ممکن نہیں دکھائی دیتی۔ گناہوں کو قربانیوں سے ڈھانپنے کا آغاز اِسی حقیقت کے ساتھ ہوا۔ آغاز تخلیق آدم کے وقت سے ہی ہم اِس کی کار فرمائی دیکھتے ہیں۔ اِس کا آغاز باغِ عدن میں ہوا جب خدا نے آدم و حوا کی برہنگی کو چمڑے کے کرتوں سے ڈھانپا۔

بائبل مقدّس سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ جناب ہابل (آدم کے بڑے بیٹے) کی قُربانی خدا نے قبول کی اور وہ آنے والے کفّارہ کا عکس تھی (پیدایش 4:4)۔

اِسی طرح حضرت ابراہیم کو جو مینڈھا مہیا کیا گیا کہ اُن کے بیٹے اضحاق کا فدیہ ہو تا کہ اُن کا بیٹا بچ جائے، وہ اُس کفّارہ کا عکس تھا جو مسیح کی قربانی کے ذریعے خدا کا ازلی منصوبہ تھا (پیدایش 22:1-14)۔

اِسی طرح حضرت موسیٰ کے وقت بنی اِسرائیل کو ملک مصر میں فسح کا برّہ ذبح کرنے کا حکم دیا گیا (خروج 12:1-42) اور وہ نئے عہد نامے میں خدا کے فسح کے برّے کی علامت تھا جس کے بارے میں پولُس رسول نے لکھا:

"ہمارا بھی فسح یعنی مسیح قُربان ہوا۔ پس آؤ ہم عید کریں۔ نہ پُرانے خمیر سے اور نہ بدی اور شرارت کے خمیر سے بلکہ صاف دِلی اور سچائی کی بے خمیر روٹی سے۔" (1۔ کرنتھیوں 5: 7،8)

عہد جدید میں اِس کفّارے کی نمائندگی اُس فدیہ سے ہوتی ہے جسے صلیب پر چڑھ کر یسوع المسیح نے پُورا کر دیا تاکہ خدا کی شریعت کے تقاضے اور مقاصد بھی پُورے ہو جائیں اور خاطی و عاصی اِنسان کی نجات و خلاصی بھی ہو جائے۔ چُنانچہ مسیح کی موت ایک عوضی موت ہے تاکہ گناہوں اور خطاؤں پر جو قصاص واجب آتا ہے اُس کے مقتضیات بھی پُورے ہو جائیں اور الٰہی عدل و انصاف کے تقاضے بھی۔

مسیح جو مخلصی و نجات لے کر آیا اُس کا اظہار لفظ 'فضل' میں ہوتا ہے کیونکہ آسمانی باپ (خدا تعالیٰ) نہ تو اِس بات کے لئے مجبور تھا کہ گناہگار اِنسان کے لئے ایک قربانی دے اور نہ ہی بیٹا (مسیح) مضطر تھا کہ ایک فداکار کی خدمت اپنے ذمہ لے لے بلکہ یہ تو اللہ کی الوہیّت کا ملہ تھی۔ رحمت و شفقت سے بھرپور، جس نے سزا کو ختم کر دیا اور ایک عوضی اور نیابتی دُکھ کو گلے لگایا جس کو کلمۃ اللہ (مسیح) نے خاطی کے عوض جسم اختیار کر کے مکمل کر دیا۔

نجات و مخلصی دینے والے نے اِس سچائی کا واضح اظہار کیا جب اُس نے کہا "میں اپنی بھیڑوں کو جانتا ہوں اور میری بھیڑیں مجھے جانتی ہیں اور میں بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہوں" (اِنجیل یوحنا 10:15)۔ جب ہم مسیح کے اِس قول کا موازنہ اُن کے اُس قول سے کرتے ہیں جو یوحنا 15:13 میں ہے کہ "اِس سے زیادہ محبت کوئی شخص نہیں کرتا کہ اپنی جان اپنے دوستوں کے لئے دیدے" تو تب ہم پر وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ قدّوس خداوند خود کو کیوں خالی کرنے پر راضی ہو گیا، اور بدن اختیار کر لیا، دُکھ اُٹھایا اور ہماری خطاؤں کے لئے صلیب پر خوشی خوشی چڑھ گیا۔

اِس نیابتی دُکھ والم کے لزوم کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

"اِس لئے کہ جو کام شریعت، جسم کے سبب سے کمزور ہو کر نہ کر سکی وہ خدا نے کیا یعنی اُس (خدا) نے اپنے بیٹے (مسیح) کو گناہ آلودہ جسم کی صورت میں اور گناہ کی قُربانی کے لئے بھیج کر جسم میں گناہ کی سزا کا حکم دیا۔ تاکہ شریعت کا تقاضا ہم میں پُورا ہو جو جسم کے مطابق نہیں بلکہ رُوح کے مطابق چلتے ہیں۔" (رومیوں 8: 3،4)

اور یسعیاہ نبی کی نبوت پوری ہوئی جس میں کہا گیا ہے کہ:

"وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھایل کیا گیا اور ہماری بدکرداری کے باعث کُچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اُس پر سیاست ہوئی تاکہ اُس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں۔" (یسعیاہ 53:5)

یہ مخلصی و کفّارہ دو وجوہات کی بنا پر خداوند تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کو گناہوں کی معافی کی یقین دہانی اور نجات کی جاری رہنے والی برکات عطا کرتا ہے:

سب اوّل: مسیح کی اطاعت اور اُن کے دُکھ والم کو مدنظر رکھتے ہوئے خدا نے مومنین سے مخلصی و نجات کا وعدہ کیا ہے۔ ہم رومیوں 5: 18، 19 میں پولُس رسول کے الفاظ پڑھتے ہیں "غرض جیسا ایک گناہ کے سبب سے وہ فیصلہ ہوا جس کا نتیجہ سب آدمیوں کی سزا کا حکم تھا ویسا ہی راستبازی کے ایک کام کے وسیلہ سے سب آدمیوں کو وہ نعمت ملی جس سے راستباز ٹھہر کر زندگی پائیں۔ کیونکہ جس طرح ایک ہی شخص کی نافرمانی سے بہُت سے لوگ گنہگار ٹھہرے اُسی طرح ایک کی فرمانبرداری سے بہُت سے لوگ راستباز ٹھہرینگے۔"

سبب ثانی: اِنسان کے لئے فدیہ نے خدا کے عدل کے تقاضے کو پورا کیا کیونکہ یہ باپ اور بیٹے کے درمیان ابدی عہد پر مبنی ہے۔ اِسی لئے کلام خداوندی میں مرقوم ہے: "قُربانی اور نذر کو تُو پسند نہیں کرتا۔ تُو نے میرے کان کھول دیئے ہیں۔ سوختنی قُربانی اور خطا کی قُربانی تُو نے طلب نہیں کی۔ تب میں نے کہا دیکھ! میں آیا ہوں" (زبور 40:6 ; عبرانیوں 10:5-7)۔ سو یسوع اِنسان بن گیا تاکہ ایک گناہگار کا فدیہ دے، اور سزا کو اپنے اوپر اُٹھالے۔

پولُس رسول نے اِس موضوع پر بات کرتے ہوئے لکھا "خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گُنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر موا" (رُومیوں 5:8)۔

الف- فدیہ کے لزوم کی وجوہات

(1) نجات کی ضرورت: فدیہ محض اِنسان کی اجتماعی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ ہر فرد بشر کی شخصی ضرورت بھی ہے۔ ہر فرد ہلاکت و موت کی زد میں ہے۔ سیدنا مسیح نے ایک بار سوال پوچھا:

"اگر آدمی ساری دُنیا حاصل کرے اور اپنی جان کا نُقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا؟ یا آدمی اپنی جان کے بدلے کیا دیگا؟" (متی 16:26)

اِنسان نہ تو اپنی جان کا فدیہ دے سکتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کا۔ داؤد نبی کی وساطت سے خدا تعالیٰ نے فرمایا:

"اُن میں سے کوئی کسی طرح اپنے بھائی کا فدیہ نہیں دے سکتا نہ خدا کو اُس کا معاوضہ دے سکتا ہے۔" (زبور 49:7)

اگر توبہ کی جہت سے دیکھا جائے تو بھی نجات کے لئے فدیہ کی ضرورت ہے کیونکہ ہر متنفس کے دِل میں بدیہی طور پر یہ شعور کارفرما رہتا ہے کہ اُس کے کئے ہوئے گناہ اور خطائیں مٹا دینے کی اُس میں سکت نہیں تاوقتیکہ اُنہیں مٹانے کے لئے کوئی اَور وسیلہ نہ کام کرے۔ اور یہ وسیلہ سوائے فدیہ کے اَور کیا ہو سکتا ہے؟ ورنہ پھر ہم اُن ذبیحوں اور قُربانیوں کے وجود کی توجیہہ کس طرح کر سکتے ہیں جو نہ معلوم کتنے ہزار سالوں سے نہ صرف ایک دو مذہب میں بلکہ تمام ادیانِ عالم میں مستعمل چلی آ رہی ہیں۔ کیا اِس کی وجہ یہ نہیں کہ قلبِ خاطی کو اِس بات کا برابر احساس رہا ہے کہ فدیہ ایک لابدی اِنسانی ضرورت ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری اخلاقی طبیعت ہمیں اِس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ تقدس اور پاکی کے طالب ہوں خواہ ہمارا مزاج اور سیرت اُس کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم میں سے ہر شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ اُس کے گناہ اور خطاؤں کے دلدل سے نجات دینے اور نکالنے اور دوبارہ راستباز ٹھہرانے کے لئے فدیہ کتنا ضروری ہے۔ یہ رہائی صرف مخلصی و نجات کی بدولت ملنے والی راستبازی کا نتیجہ ہے۔

(2) اِنسان کی معصیّت- خدا کی پاکیزگی: خدا پاک ہے اور اِنسان گناہگار ہے۔ اِنسان نرا خطا کا پُتلا ہے جو کہ اِلٰہی سیرت کا ضد بن چُکا ہے، اِس لئے سزا کا مُستحق ہے۔ اگر توبہ سے صالح بن جانا ممکن ہوتا، تب بھی اِنسان کی راستبازی اُس کے ماضی کے گناہوں کو نہ مٹا سکتی۔ لیکن اگر بلا فدیہ دیئے بخشا جاتا تو گناہگار کی نظر میں شریعت اور خدا کی پاکیزگی کی کوئی قدر و منزلت نہ ہوتی۔ اِس لئے گناہ کی سزا کو ڈھانپنا فدیہ ہی کے ذریعہ ٹھہرایا گیا اور یہ خدا کے کردار کی حتمی کاملیت کا اظہار ہے۔

(3) فدیہ اِنسان کی اخلاقی ضرورت سے مطابقت رکھتا ہے: اِنسان میں اخلاقی طبیعت موجود ہے، اِس لئے وہ عدل و اِنصاف اور پاکیزگی سے بذریعہ ضمیر مطلع ہوتا رہتا ہے۔ اب اگر وہ گناہ کے باعث اپنی سزا کو دیکھے اور کفّارہ سے واقف نہ ہو تو اُس کا ضمیر ہمیشہ اِس چُبھن سے دُکھ اُٹھاتا رہے گا۔ تاہم فدیہ و کفارہ کی بدولت گناہ کی معافی سے اِنسان کا ضمیر مطمئن ہوتا ہے اور یہ اُس کی اخلاقی ضرورت کو پُورا کرتا ہے۔

(4)فدیہ شریعت کا تقاضا پورا کرتا ہے: شریعت گناہگار سے قصاص کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ جس شریعت میں قصاص وبدلہ نہ ہو، وہ شریعت بھلا شریعت ہی کیا ہے۔ قصاص وبدلہ شریعت کے مقاصد وغایات کو عزو شرف بخشتے ہیں۔ بلا فدیہ وکفّارہ دیئے گناہ کی معافی ایک طرح سے شریعت کا گلا گھوٹنا ہے اور یہ مسیح کے اُن الفاظ کے برعکس ہے جو اُنہوں نے فرمائے "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نُقطہ یا ایک شوشہ توریت (شریعت) سے ہر گز نہ ٹلیگا، جب تک سب کچھ پُورا نہ ہو جائے "(انجیل متی 18:5)۔ یہ یادرکھنا چاہئے کہ فدیہ وکفّارہ کے بغیر معافی خدا کے عدل وانصاف اور تقدس پر کیچڑ اُچھالنے کے مترادف ہے۔

(5)فدیہ خدا کی کلام میں مرقوم ہے :اگر خلاص ونجات کی ضرورت نہ ہوتی تو خُدا کبھی بھی اِس کا ذِکر اپنے مقدّس کلام میں نہ کرتا۔ دیکھئے مسیح بھی فرماتے ہیں کہ "جس طرح موسیٰ نے سانپ کو بیابان میں اُونچے پر چڑھایا(لٹکایا)اُسی طرح ضرور ہے کہ ابنِ آدم (مسیح) بھی اُونچے پر چڑھایا جائے (یعنی صلیب پر لٹکے) تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے اُس میں ہمیشہ کی زندگی پائے "(اِنجیل یوحنا 14:3)۔

(6)اخلاقی نظام کا تقاضا: خدا چونکہ ایک عادل ومُنصف ہستی ہے، اِس لئے اپنے بنائے ہوئے عدل کے اصولوں پر ضرور چلتا ہے۔ جس اخلاقی دُنیا پر اُس کی بادشاہی ہے اُس میں کسی طرح کی نافرمانی، بددیانتی اور تخریب واضطراب اُسے گوارا نہیں۔ وہ خود اپنے احکام کو توڑ کر اُنہیں بے وقعت نہیں کرتا بلکہ حد سے تجاوز کرنے والے سے وہ حساب طلب کرتا ہے اور اُس پر فتویٰ صادر کرتا ہے۔ اِلٰہی طریقہ نجات میں، دراصل خدائے قدوس یہ بتاتا اور ظاہر کرتا ہے کہ گناہوں سے اُسے کتنی نفرت ہے اور شرپسندی پر وہ کس قدر غضبناک ہوتا ہے۔ خود اپنے بنائے ہوئے احکام واصول (شریعت) کو باوقار و باعزّت بنانے کے لئے ہی اُس رحیم خُدا نے گناہگاروں کے لئے ایک درِ معافی ومصالحت بھی کھول رکھا ہے، یعنی فدیہ وکفّارہ!

(7)فدیہ وکفّارہ کی دوسرے ادیان میں موجودگی: دُنیا کے کئی ادیان ومذاہب بھی کفّارہ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور یہ اِس بات پر دلالت ہے کہ اِنسانی دِل محض توبہ سے مطمئن نہیں ہوتا، بلکہ اُس کا ضمیر کفّارہ وفدیہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے یعنی گناہ گار وخاطی کی طرف سے قُربانی کا خون بہایا جائے۔

یہ تمام وجوہات فدیہ وکفّارہ کے لزوم کو ثابت کرتی ہیں۔

اب آیئے ذرا اِن تین باتوں پر غور کریں جن پر گناہوں کی معافی کے لئے بہُت تکیہ کیا جاتا ہے یعنی اعمال حسنہ، نماز اور روزہ۔

ب-اعمال حسنہ اور نجات

(1) بھلے کام کرنا ایک اخلاقی ذمہ داری ہے جنہیں کرنا لازمی ہے۔ اُن کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں، لیکن یہ یاد رہے کہ وہ اُن گناہوں کا معاوضہ نہیں ہو سکتے جو ہو چکے ہیں یعنی گزشتہ بدکاریوں کے لئے ذریعہ معافی نہیں بنتے۔ مسیح نے اِس حقیقت کی نشاندہی اِن الفاظ میں کی کہ "تم بھی جب اُن سب باتوں کی جن کا تمہیں حکم ہوا، تعمیل کر چکو تو کہو کہ ہم نکمے نوکر (بندہ اور غلام) ہیں۔ جو ہم پر کرنا فرض تھا وہی کیا ہے "(لوقا 10:17)۔ اور پولُس رسول نے یہ لکھا ہے کہ نجات "تمہاری طرف سے نہیں، خدا کی بخشش ہے۔ اور نہ اعمال کے سبب سے ہے تاکہ کوئی فخر نہ کرے "(افسیوں 2:9،10)۔

(2)جہاں تک ہمارے مال واملاک اور صحت وتندرستی کی بات ہے جن سے ہم لُطف اندوز ہوتے رہتے ہیں، سب کچھ خدا ہی کی دین ہے۔ جب ہم اُن چیزوں کی خیرات کرتے ہیں تو کیا کوئی چیز ہم اپنی طرف سے بطور ایثار وقُربانی کے دیتے ہیں، یا کیا کوئی ایسا کام ہم کر رہے ہوتے ہیں جو جزا اور ثواب کا مُستحق ہو؟ ہر گز نہیں جو فرض تھا وہ ہم نے کیا تھا اُس سے نہ کچھ کم نہ کچھ زیادہ؟

جب داؤد نبی نے ہیکل کی تعمیر کے لئے کثیر تعداد میں مال ودولت پیش کیا تو کہا:

"اے ہمارے خدا ہم تیرا شکر اور تیرے جلالی نام کی تعریف کرتے ہیں۔ پر میں کون اور میرے لوگوں کی حقیقت کیا کہ ہم اِس طرح سے خوشی خوشی نذرانہ دینے کے قابل ہوں؟ کیونکہ سب چیزیں تیری طرف سے ملتی ہیں اور تیری ہی چیزوں میں سے ہم نے تجھے دیا ہے۔"(کتاب مقدّس:1۔تواریخ29:13،14)

(3)اعمال حسنہ جو ہم کرتے ہیں اُس بے احترامی اور توہین کو زائل نہیں کرتے جو ہمارے گناہ نے اُس خدا تعالیٰ کی شان میں کر دیئے ہیں جس کی صداقت و قدُّوسیت کی کوئی اِنتہا نہیں۔اِس لئے اِنسان کے لنگڑے لولے اعمال حسنہ سے اُن کا ازالہ نہیں ہوتا اور معافی کے حصول کے وہ بالکل لائق نہیں ہوتے۔

(4)خداوند تعالیٰ کی حضوری میں باریابی کی اوّلین شرط تقدّس و پاکیزگی ہے۔ بغیر تقدّس کے خدا کی رویت بھی ممکن نہیں۔ اعمال حسنہ تو ہمیں تقدّس عطا نہیں کر پاتے۔ یہ تقدّس جناب مسیح کی تعلیم کے موافق اُسی ایماندار کو ملتا ہے جو خدا کے پاک رُوح کے وسیلہ سے پیدا ہوتا ہے۔اِس لئے خلق جدید کی ضرورت پڑتی ہے۔ سیدنا مسیح نے فرمایا:

"میں تُجھ سے سچ کہتا ہوں جب تک کوئی آدمی پانی اور رُوح سے پیدا نہ ہو، وہ خدا کی بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جو جسم (یعنی رحم اور نطفہ اِنسانی) سے پیدا ہوا ہے جسم ہے اور جو رُوح سے پیدا ہوا ہے رُوح ہے۔"(اِنجیل مقدّس یوحنا3:5،6)

ج۔صلوۃ و نجات

نماز تو حقیقت میں ایک کڑی ہے جو خدا سے بات چیت اور اُس کی شخصیت پر گیان دھیان کا نام ہے اور خدا اور بندے کے درمیان ایک رابطہ ہے۔

جب کوئی گنہگار بن جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اور بندہ میں علیحدگی اور جُدائی ہو جاتی ہے اور نماز و مناجات قبول نہیں ہوتی ،اِسی لئے اُن کا جواب بھی نہیں ملتا۔یسعیاہ نبی کی معرفت خدا نے فرمایا:

"تمہاری بدکرداری نے تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان جُدائی کر دی ہے اور تمہارے گناہوں نے اُسے تم سے رُوپوش کیا ایسا کہ وہ نہیں سُنتا۔ کیونکہ تمہارے ہاتھ خون سے اور تمہاری اُنگلیاں بدکرداری سے آلودہ ہیں۔ تمہارے لب جھوٹ بولتے اور تمہاری زبان شرارت کی باتیں بکتی ہے۔"(یسعیاہ59:2،3)

داؤد نبی نے بھی فرمایا ہے کہ:

"اگر میں بدی کو اپنے دِل میں رکھتا تو خداوند میری نہ سُنتا۔"(زبور66:18)

د۔صیام و نجات

روزہ بھی نماز ہی کی طرح عبادت کا ایک رُوپ ہے۔ روزہ میں باری تعالیٰ کے سامنے فروتنی، خاکساری اور خود کو شکستہ کر دینے کی دراصل ایک بات پائی جاتی ہے۔ لیکن یاد رہے اِس سے گذشتہ راستبازی کی حالت جو اِنسان کو ہبوط سے پہلے حاصل تھی، پیدا نہیں ہوتی۔

خدائے قدوس کے خلاف گناہ کا روزہ بھی معاوضہ نہیں بن سکتا، چُنانچہ مغفرت کا ذریعہ بننے کی اُس میں صلاحیت نہیں۔ زکریاہ نبی کی معرفت خدا نے فرمایا کہ:

"مملکت کے سب لوگوں اور کاہنوں سے کہہ کہ جب تم نے پانچویں اور ساتویں مہینے میں اِن ستر برس تک روزہ رکھا اور ماتم کیا تو کیا کبھی میرے لئے خاص میرے ہی لئے روزہ رکھا تھا؟ اور جب تم کھاتے پیتے تھے تو اپنے ہی لئے نہ کھاتے پیتے تھے؟"(زکریاہ7: 5-6)

6-خلاصہ کلام

جو کچھ اب تک کہہ آئے ہیں اُس کا نچوڑ بس یہی ہے کہ :

الف -اِنسانی نجات کا دار و مدار کفّارہ و فدیہ پر ہے جو کہ صرف ایک عقلی و فکری نظریہ ہی نہیں بلکہ ایک حقیقت عملی بھی ہے جس کا وجوب و وجود خاطی و ہابط و ساقط انسان کے گناہ کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے۔

ب- ہم سب آدم کا گناہ میں گرنا مانتے ہیں۔ یہ گرنا صرف اُن کا ہی گرنا نہیں بلکہ نیابتی طور پر اُن کی ساری ذرّیت و نسل اِس سے متاثر ہوئی۔اِس وجہ سے خدا نے اپنی محبت میں اِنسان سے جسے اُس نے اپنی شبیہ پر پیدا کیا، گناہ و بد کرداری کی سزا مٹانے کے لئے ایک عوضی مہیا کرنے سے انتظام کیا۔

اِنسان کی نجات کے لئے لازم تھا کہ یہ عوضی خدا کی قدرت و محبت کا اظہار کرنے کے قابل ہوتا۔ خدا کی محبت کا ایسا اظہار صرف خدا ہی کی طرف سے آسکتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اپنی محبت میں انسانیت کے لئے یہ ارادہ کیا کہ مسیح جنس بشری کے نمائندہ ہو کر اِنسان کے لئے کامل عوضی بن جائیں، اِس لئے اُنہیں آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ آدم اوّل گناہ میں گرے تمام اِنسانوں کی نمائندگی کرتا ہے تو آدم ثانی فدیہ و کفّارہ کے لئے تمام اِنسانوں کے لئے عوضی ہے۔

ج-اِس عوضی کے لئے ضروری تھا کہ گناہ کی سزا کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لئے مکمل قیمت ادا کرے۔ مسیح نے اِس قیمت کو یوں چکایا کہ صلیب پر اپنی جان دے دی جہاں اُس نے ہمارے گناہوں کو اپنے اوپر اُٹھالیا۔ صلیب کے ذریعے فدیہ کی ضرورت کے بارے میں عہد عتیق ہماری قائلانہ طور پر اِس طرف نشاندہی کرتا ہے کہ عہد عتیق کی قربانیوں کا خون یسوع خدا کے برّے کا عکس تھا اور اُس کی طرف اشارہ کرتا تھا۔

مسیح کی قربانی کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ نہ صرف اِنسان سے گناہ دور کرتی ہے بلکہ اُسے ایک اخلاقی بیماری سے شفا دیتی ہے۔ ہر وہ فرد جو مسیح مصلوب کو قبول کرتا ہے اُسے حیات نو حاصل ہوتی ہے۔

وہ ایسا مومن بن جاتا ہے جسے گناہ سے نفرت ہو جاتی ہے۔ مسیح کی صلیب خاص طور اُس کی عقل کی بند آنکھیں کھول دیتی ہے کہ وہ گناہ کی تباہی اور سخت سزا کو دیکھ سکے۔

اِسی لئے یوحنا رسول نے لکھا ہے کہ :

"اگر ہم نور میں چلیں جس طرح کہ وہ (خدا) نور میں ہے تو ہماری آپس میں شراکت ہے اور اُس کے بیٹے یسوع کا خون ہمیں تمام گناہ سے پاک کرتا ہے۔"(1۔یوحنا 17:1)